WWW.NAFSEISLAM.COM

سُورۂ فاتحہ

یہ وُہ مختصر لیکن حقائق اَور معانی سے لبریز، دِل نشین و دِل آویز جلیل القدر سُورت ہے جس سے اِس مقدّس آسمانی کتاب کا آغاز ہوتا ہے جس نے تاریخِ اِنسانی کا رُخ موڑ دیا۔ جس نے فکر و نظر میں اِنقلاب پیدا کر دیا۔ جس نے قلب و رُوح کو نئی زندگی بخش دی۔ اِس پاک سُورت کی گوناں گوں برکات کو کیوں کر قلمبند کیا جا سکتا ہے۔ وُہ متعدّد نام جن سے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اِس سُورت کو یاد فرمایا حقیقت شناس نگاہوں کو ان فیُوض و برکات سے آشنا کر دیں گے جو اِس میں بڑی خُوبصُورتی سے سمو دیئے گئے ہیں۔ اِن ناموں سے چند یہ ہیں :۔

الفَاتحہ : رحمت و حکمت کے خزانے کھولنے والی۔
فاتحۃ الکتاب : قرآنِ حکیم کے سربستہ رازوں کی کلید۔
اُمّ القُرآن : حقائقِ قرآنی کا ماخذ و منبع۔
السّبع المثانی : بار بار دُہرائی جانے والی سات آیتیں۔
الشّفاء : جسمانی اَور رُوحانی بیماریوں کا تریاق۔

یہ سُورۃ پاک مکّہ مکرّمہ میں نازل ہُوئی۔ اِس کا ایک رکوُع ہے۔ سات آیتیں ہیں۔ اِس کے الفاظ کی تعداد پچّیس ہے اَور حرُوف کی تعداد ۱۲۳ ہے۔

سُورۃ الفاتحۃ مکیّۃ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝	وَهِيَ سَبْعُ اٰيٰتٍ
سُورۃ فاتحہ مکی	اللہ کے نام سے [۱] شروع کرتا ہوں [۲] جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے [۳]	ایک رکوع سات آیتیں

[۱] اسلامی آداب معاشرت میں بسم اللہ الخ کو اہم مقام حاصل ہے ہمیں ہمارے ہادی و مرشد علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے یہ سبق دیا ہے کہ ہر کام بسم اللہ الخ سے شروع کرو بلکہ یہاں تک فرمایا اغلق بابك واذكر اسم الله واطفئ مصباحك واذكر اسم الله وخمر اناءك واذكر اسم الله واوك سقاءك واذكر اسم الله (تفسیر القرطبی) دروازہ بند کرو تو اللہ کا نام لیا کرو۔ دیا بجھاؤ تو اللہ کا نام لیا کرو۔ اپنے برتن ڈھانپو تو اللہ کا نام لیا کرو۔ اپنی مشک کا منہ باندھو تو اللہ کا نام لیا کرو۔" مقصد یہ ہے کہ ہر کام چھوٹا ہو یا بڑا کرتے وقت انسان اپنے کارسازِ حقیقی کا نام لینے کا خوگر ہو جائے تاکہ اس کی برکت سے مشکلیں آسان ہوں۔ اس کی تائید و نصرت پر اس کا توکل پختہ ہو جائے۔ نیز جب اسے ہر کام شروع کرتے وقت اللہ کا نام لینے کی عادت ہو جائے گی تو وُہ ہر ایسا کام کرنے سے رُک جائے گا جس میں اُس کے رب تعالیٰ کی ناراضگی ہو۔ امام قرطبی نے صحیح سند سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ عثمانؓ بن ابی العاص نے شکایت کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جب سے مشرّف باسلام ہوا ہوں جسم میں درد رہتا ہے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں درد ہو وہاں ہاتھ رکھ کر تین بار بسم اللہ الخ پڑھو اور سات بار یہ جملہ کہو اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔

[۲] اللہ معبودِ حقیقی کا علمِ ذاتی ہے۔ ذاتِ باری کے علاوہ کسی کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔

[۳] یہ دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ ان کا ماخذ رحمت ہے اور رحمتِ الٰہی سے مُراد اس کا وُہ انعام و اکرام ہے جس سے وُہ اپنی مخلوق کو سرفراز فرماتا رہتا ہے۔ وجُود، زندگی، علم، حکمت، قوّت، عزّت اور عملِ صالح کی توفیق سب اس کی رحمت کے مظاہر ہیں یہ اس کی بے پایاں رحمت ہی تو ہے جس نے کسی استحقاق کے بغیر انسان کی جسمانی اور رُوحانی بالیدگی کے سب سامان فراہم فرما دیئے۔ یہ اس کی بے حد و بے حساب رحمت ہی تو ہے کہ ہماری لگاتار ناشکریوں اور نافرمانیوں کے باوجود وُہ اپنے لطف و کرم کا دروازہ بند نہیں کرتا۔ کبھی آپ نے غور فرمایا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی جس صفت کا سب سے پہلے ذکر کرتا ہے وُہ صفت قہّاریّت و جبّاریّت نہیں بلکہ صفتِ رحمانیّت و رحیمیّت ہے۔ یہ اس لیے کہ بندہ کا جو تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے اُس کا دار و مدار خوف و ہراس اور رُعب و دبدبہ پر نہ ہو۔ بلکہ رحمت و محبّت پر ہو۔ کیونکہ یہی وُہ اکسیر ہے جس سے انسان کی خفتہ صلاحیّتیں بیدار ہوتی ہیں اور پنہاں توانائیاں آشکار۔ اور یہی معراج انسانیّت ہے کہ انسان اپنے آپ کو عیاں دیکھ لے۔ بعض حق ناشناس کہتے ہیں کہ اسلام کا خدا خُونی ہے اور اپنے ماننے والوں کو خونخواری سکھاتا ہے۔ کاش وُہ اسلام کی مقدّس کتاب کے پہلے صفحہ کی پہلی آیت ہی پڑھ لیتے تو انھیں پتہ چل جاتا کہ اسلام کا خدا خونخوار نہیں، الرحمٰن ہے اس کی رحمت کا وسیع دامن کائنات کے ذرّہ ذرّہ کو اپنے آغوشِ لطف و کرم میں لیے ہے اسلام کا خُدا سفّاک نہیں بلکہ الرحیم ہے اس کی رحمت کا بادل ہر وقت برستا ہی رہتا ہے۔

جیسے پہلے عرض کیا یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں۔ ان کا معنی صرف رحمت کرنے والا نہیں بلکہ بہت اور ہر وقت رحمت کرنے والا ہے لیکن الرحمٰن میں الرحیم سے بھی زیادہ مبالغہ ہے یعنی بہت ہی رحم فرمانے والا۔ اتنی رحمت فرمانے والا جس سے زیادہ کا تصوّر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحْمٰنِ

سب تعریفیں [۴] اللہ کے لیے جو مرتبۂ کمال تک پہنچانے والا ہے [۵] سارے جہانوں کا [۶] بہت ہی مہربان

ہی نہیں کیا جاسکتا۔ معناه المنعم الحقيقي البالغ في الرحمة غايتها وذلك لايصدق على غيره (بیضاوی) اسی لیے الرحمٰن کا اطلاق بجز ذاتِ الٰہی کے کسی پر نہیں ہوتا۔ **مسئلہ**: بسم اللہ الخ کلام الٰہی ہے۔ دو سورتوں کو الگ کرنے کے لیے اس کا نزول ہوا۔ یہ نہ سورۃ فاتحہ کی آیت ہے نہ کسی اور سورت کی۔ ہاں سورۃ النمل کی ایک آیت کا جزو ہے۔ اس لیے احناف و مالکیہ کے نزدیک سورۃ فاتحہ کی طرح نماز میں اسے بلند آواز سے پڑھنا منع ہے۔

[۴] ہر خوبی و کمال جس کا ظہور اختیار اور ارادہ سے ہو اس کی ستائش و ثنا کو عربی میں حمد کہتے ہیں۔ تو اس لفظ حمد نے اس حقیقت کو بے حجاب کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کا صفاتِ کمال سے متّصف ہونا اضطراری اور غیر اختیاری نہیں بلکہ اس کی اپنی مرضی اور ارادہ کی جلوہ نمائی ہے۔ کمال کہیں بھی ہو جمال کسی رُوپ میں ہو اسی کی کرشمہ سازی ہے۔ اسی کی بااختیار تدبیر کا اعجاز ہے تو ستائش و تعریف کسی کی بھی کی جائے حقیقت میں اسی ذاتِ بے ہمتا کی ہے جس کی قدرت و اختیار سے اس عالمِ رنگ و بُو کی ساری رنگینیاں اور رعنائیاں رُوپذیر ہیں۔ اسی لیے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

سُورۃ فاتحہ کا آغاز الحمد سے کیا۔ اس سے اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ سالک جب راہِ طلب میں قدم رکھے تو پہلے اپنے رب کی حمد کرے جس نے اس راہ پر گامزن ہونے کی اسے توفیق بخشی جس نے منزلِ مقصود کی لگن اس کے دل میں پیدا کی کیونکہ ؎

میری طلب بھی انھیں کے کرم کا صدقہ ہے   قدم یہ اُٹھتے نہیں ہیں اُٹھائے جاتے ہیں

نیز اس سُورۃ میں دُعا بھی ہے اور دُعا کے آداب سے یہ بھی ہے کہ مولائے کریم جس کے سامنے وُہ دامنِ طلب پھیلا رہا ہے اس کی بخشش بے انداز اور اس کی عنایتِ جہاں پرور کا اعتراف کرے۔

[۵] رب مصدر ہے اس کا معنی ہے تربیت۔ اور تربیت عربی میں کہتے ہیں تبليغ الشئ الى كماله بحسب استعداده الازلي شيئا فشيئا (رُوح المعانی) کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد و فطری صلاحیّت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبۂ کمال تک پہنچانا۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں سے منعم علیہ کے اعتبار سے اعلیٰ ترین نعمت تربیت ہے۔ اس لیے حمد کے فوراً بعد اس کا ذکر فرما کر حامد کو یاد دلایا کہ جس کی تو حمد کر رہا ہے وُہی ہر حمد کے لائق ہے کیونکہ اسی نے تجھے ضعف و ناتوانی، جہالت و بے بسی کی حالت سے نکال کر اس منزل تک پہنچایا۔

[۶] عالمین عالم کی جمع ہے۔ اور یہ ماخوذ ہے عَلَم بمعنی علامت و نشانی سے۔ کیونکہ ہر چیز اپنے پیدا کرنے والے کا پتہ دیتی ہے نیز اس میں اس لطیف نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ اسلام کا خُدا کسی خاص قوم، نسل اور وطن کا خدا نہیں تاکہ اس کی نوازشات کسی خاص قوم و نسل کے ساتھ ہی مخصُوص ہوں۔ بلکہ اس کی ربوبیّت کا رشتہ کائنات کی ہر شے کے ساتھ یکساں ہے۔ اور اسی لیے اس کے لُطف و احسان کے سب مُساوی طور پر حق دار ہیں بشرطیکہ وُہ اس کے احکام کی بجا آوری سے اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کر دیں۔

الرَّحِيۡمِۙ ۝۲ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِؕ ۝۳ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَ

ہمیشہ رحم فرمانے والا ۔ مالک ہے ۷ روزِ جزا کا ۸ ۔ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں ۹ اور

۷ مالک کہتے ہیں المتصرف فی الاعیان المملوکۃ کیف شاء (بیضاوی) وُہ ہستی جو اپنے مِلک میں جو چاہے کرسکے اِس لفظ سے اِن عقائدِ باطلہ کی تردید ہوگئی جن میں ہندوستان کے مشرک اَور کئی دُوسری قومیں مبتلا تھیں یعنی خدا ہر مجرم کو سزا دینے پر مجبُور ہے اسے معاف کرنے کا ہرگز اختیار نہیں ۔قرآن نے فرمایا وُہ مالک ومختار ہے اَور ہر چیز جِنّ وانس سب اس کی ملکیّت ہیں ۔جیسے چاہے ان سے سلوک فرمائے ۔اگر مُجرم کو سزا دینا چاہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا ۔اَور اگر بخشنا چاہے تو اسے کوئی ٹوک نہیں سکتا۔

۸ دین کا معنی ہے حساب اَور جزا ۔ لبید کہتا ہے حصادك یوما مازرعت وانما ۔ یدان الفتی یوما کما ھو دائن ثواب وعذاب کی تعبیر لفظ "دین" سے کی تاکہ پتہ چلے کہ یہ ثواب وعذاب بلاوجہ نہیں بلکہ ان کے اپنے اعمال کا طبعی ثمر ہے جس سے مفر نہیں مقصد یہ ہے کہ اِنسان گناہوں کی لذّت میں کھوکر ان بُرے نتائج سے بے خبر نہ ہوجائے جو رُونما ہوکر رہیں گے ۔اپنی عمرِ ناپائیدار اَور اس کی فناپذیر راحتوں اَور عزّتوں پر مغرُور ہوکر اس دن کو نہ بھُول بیٹھے جب کہ اِنصاف کے ترازو میں اس کا ہر چھوٹا بڑا نیک وبد عمل تولا جائے گا۔ اِس میں شک نہیں کہ وُہ رب ہے اِس میں کلام نہیں کہ اس کی رحمت بے پایاں ہے لیکن اس کی یہ صفتِ کمال بھی ہر وقت پیشِ نظر رہے کہ وُہ عادل ہے ۔حق تو یہ ہے کہ عدل کے بغیر اس کی صفاتِ رُبُوبیّت ورحمت کا کامل ظہُور ہو ہی نہیں سکتا ۔کان کھول کر سُن لو وُہ دِن آنے والا ہے جب سطوت وجبرُوت کے سب موہُوم پیکر مِٹ جائیں گے ۔اکڑی ہُوئی سب گردنیں جُھک جائیں گی ۔ظاہر وباطن میں اسی کی فرمانروائی ہوگی جو حقیقی فرماں روا ہے ۔

کتنی افسوسناک حقیقت ہے کہ وُہ اُمّت جس کے دین کے بُنیادی عقائد میں روزِ جزا پر ایمان لانا ہے میدانِ عمل میں اس کی غالب اکثریّت میں اِس اِیمان کا کوئی اثر محسُوس نہیں کیا جاتا ۔وُہ روزِ حساب اَور مکافاتِ عمل کے قانون سے یوں غافِل ہیں گویا کسی نے انھیں یہ بات بتائی ہی نہیں

۹ عبادت کیا ہے؟ آپ کو لُغت وتفسیر کی ساری کتابوں میں اس کا یہ معنی ملے گا اقصی غایۃ الخضوع والتذلل یعنی حد درجہ کی عاجزی اَور اِنکسار ۔مفسّرین اس کی مثال سجدہ سے دیتے ہیں ۔حالانکہ صرف سجدہ ہی عبادت نہیں بلکہ حالتِ نماز میں تمام حرکات وسکنات عبادت ہیں ۔ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا ، رکُوع اَور رکُوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا ، سجدہ اَور اس کے بعد حالت التحیات میں دوزانو بیٹھنا ، سلام کیلیے دائیں بائیں مُنہ پھیرنا ۔یہ سب عبادت ہیں اگر عبادت صرف تذلّل واِنکسار کے آخری مرتبہ کا نام ہے اَور یہ آخری مرتبہ سجدہ ہی ہے تو کیا یہ باقی چیزیں عبادت نہیں ۔اس کا تو تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا ۔اَور اگر یہ ساری چیزیں مطلقاً عبادت ہیں تو اگر کوئی شاگرد اپنے اُستاد کے سامنے اَور بیٹا اپنے باپ کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھتا ہے یا ان کی آمد پر کھڑا ہو جاتا ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ اُس نے اپنے اُستاد یا باپ کی عبادت کی اَور اُن کو اپنا معبُود بنالیا ۔حاشا وکلّا ۔پھر وُہ کونسی چیز ہے جو ان حرکات وسکنات کو اگر یہ نماز میں ہوں تو عبادت بنادیتی ہے اَور یُوں کھڑے ہونے کو (ہاتھ باندھے یا کھولے ہُوئے) اَور اس طرح بیٹھنے کو اَور دائیں بائیں منہ پھیرنے کو تذلّل وانکسار کے آخری مرتبہ پر پہنچادیتی ہے ۔اَور اگر یہی امُور نماز سے خارج ہوں تو نہ ان میں غایۃ خضُوع ہے اَور نہ یہ عبادت متصوّر ہوتے ہیں

اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿٤﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿٥﴾

تجھی سے مدد چاہتے ہیں ن۱ ۔ چلا ہم کو ۱۱ سیدھے راستہ پر

تو اس کا ممیّز ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ جس ذات کے لیے اور جس کے سامنے آپ یہ افعال کر رہے ہیں اس کے متعلق آپ کا عقیدہ کیا ہے۔ اگر آپ اُس کو اللہ اور معبود یقین کرتے ہیں تو یہ سب اعمال عبادت ہیں اور سب میں غایۃ تذلّل وخضوع پایا جاتا ہے لیکن اگر آپ اس کو عبد اور بندہ سمجھتے ہیں نہ خُدا، نہ خُدا کا بیٹا، نہ اس کی بیوی، نہ اس کا اوتار تو یہ اعمال عبادت نہیں کہلائیں گے۔ ہاں آپ ان کو احترام، اجلال اور تعظیم کہہ سکتے ہیں البتہ شریعتِ محمّدیہ علی صاحبہا اجمل الصلاۃ واطیب السّلام میں غیر خدا کے لیے سجدۂ تعظیمی بھی ممنوع ہے۔ یہ سمجھ لینے کے بعد اب یہ بات خود بخود واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے بغیر کوئی دُوسری چیز ایسی نہیں جس کی عبادت شرعاً یا عقلاً دُرست ہو۔ سب سے بالاتر اور قوی تر وُہ، سب کا خالق اور سب کو اپنی تربیت سے مرتبۂ کمال تک پہنچانے والا وُہ لطف وکرم کا پیہم مینہ برسانے والا وُہ، بندہ ہزار خطائیں کرے لاکھوں جُرم کرے اپنی رحمت سے معاف فرمانے والا وُہ، اور قیامت کے دن ہر نیک و بد کی قسمت کا فیصلہ فرمانے والا وُہ، تو اُسے چھوڑ کر انسان کسی غیر کی عبادت کرے تو آخر کیوں؟ بلکہ اس کے بغیر اور ہے ہی کون جو معبُود اور اللہ ہو اور اس کی پرستش کی جائے؟ اسی لیے قرآن نے ہمیں صرف یہی تعلیم نہیں دی کہ نعبدك کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں کیونکہ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تیرے ساتھ اوروں کی بھی۔ بلکہ یہ سبق سکھایا کہ ایّاك نعبد صرف تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور کسی کی نہیں کرتے مفسّرین کرام نے ایّاك کو مقدّم کرنے میں حصر وتخصیص کے علاوہ دیگر لطائف کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں یہاں تین چیزیں ہیں۔ عابد، عبادت اور معبُود۔ عارف کو چاہیئے کہ اس مقام پر اپنے آپ کو بھی بھول جائے۔ عبادت کو بھی مقصود نہ بنائے بلکہ اس کی نگاہ ہو تو صرف اپنے معبُودِ حقیقی پر تاکہ اس کے انوارِ جمال وجلال کے مشاہدہ میں استغراق کی نعمت سے سرفراز کیا جائے اس لیے فرمایا ایّاك نعبد۔ عابد واحد ہے لیکن صیغہ جمع کا استعمال کر رہا ہے اس میں نکتہ یہ ہے کہ اپنی ناقص عبادت کو مقرّبین بارگاہِ صمدیّت کی اخلاص ونیاز میں ڈوبی ہوئی عبادت کے ساتھ پیش کرے تاکہ ان کی برکت سے اس کی عبادت کو بھی شرفِ پذیرائی نصیب ہو۔

ن۱ یعنی جیسے ہم عبادت صرف تیری ہی کرتے ہیں اُسی طرح مدد بھی صرف تجھی سے طلب کرتے ہیں تو ہی کارسازِ حقیقی ہے تو ہی مالکِ حقیقی ہے ہر کام میں، ہر حاجت میں تیرے سامنے ہی دستِ سوال دراز کرتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس عالمِ اسباب میں اسباب سے قطع نظر کر لی جائے بیمار ہوئے تو علاج سے کنارہ کش، تلاشِ رزق کے وقت وسائلِ معاش سے دست بردار، حصُولِ علم کے لیے صحبتِ اُستاد سے بیزار اس طریقہ کار سے اسلام اور توحید کو کوئی سروکار نہیں کیونکہ وُہ جو شافی، رزّاق اور حکیم ہے اسی نے ان نتائج کو ان اسباب سے وابستہ کر دیا ہے اسی نے ان اسباب میں تاثیر رکھی ہے اب ان اسباب کی طرف رجُوع استعانت بالغیر نہیں ہو گی۔ اسی طرح ان جُملہ اسباب میں سب سے قوی تر اور اثر آفریں سبب دُعا ہے حضُور علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا الدعاء یرد القضاء کہ دُعا تو تقدیر کو بھی بدل دیتی ہے اور اس میں بھی کلام نہیں کہ محبُوبانِ خدا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وُہ ان کی عاجزانہ اور نیازمندانہ التجاؤں کو ضرور شرفِ قبُول بخشے گا۔ چنانچہ حدیثِ قُدسی جسے امام بُخاریؒ اور دیگر محدّثین نے روایت کیا ہے میں مذکُور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبُول بندوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔ لَئِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهٗ

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۵ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ

راستہ اُن کا جن پر تُو نے اِنعام فرمایا ۱۲ اے نہ اُن کا جن پر غضب

وَلَاِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ ۔ اگر میرا مقبُول بندہ مجھ سے مانگے گا تو میں ضرور اُس کا سوال پُورا کرُوں گا ۔ اَور اگر وُہ مجھ سے پناہ طلب کرے گا تو میں ضرور اسے پناہ دُوں گا ۔ تو اَب اگر کوئی شخص اِن محبُوبانِ الٰہی کی جناب میں خصُوصاً حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثّناء کے حضُور میں کسی نعمت کے حصُول یا کسی مشکل کی کشود کے لیے التماسِ دُعا کرتا ہے تو یہ بھی اِستعانت بالغیر اَور شرک نہیں بلکہ عین اِسلام اَور عین توحید ہے ۔ ہاں اگر کسی ولی، شہید یا نبی کے متعلق کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ یہ مستقل بالذّات ہے اَور خدا نہ چاہے تب بھی یہ کر سکتا ہے تو یہ شرک ہے اَور ایسا کرنے والا مشرک ہے ۔ اِس حقیقت کو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے نہایت بسط کے ساتھ اپنی تفسیر میں رقم فرمایا ہے ۔ اَور اس کا ماحصل مولانا محمُود الحسن صاحِب نے اپنے حاشیۂ قرآن میں ان جامع الفاظ میں بیان کیا ہے :۔

"اِس آیتِ شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے ۔ ہاں اگر کسی مقبُول بندہ کو محض واسطۂ رحمتِ الٰہی اَور غیر مستقل سمجھ کر اِستعانتِ ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ اِستعانت درحقیقت حق تعالیٰ سے ہی اِستعانت ہے ۔"

اَور اِس طرح کی اِستعانت تو پاکانِ اُمّت کا ہمیشہ سے معمُول رہا ہے ۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ جنابِ رسالت مآبؐ میں عرض کرتے ہیں ؎ وانت مجیری من ھجوم ملمۃ اذا انشبت فی القلب شر المخالب

ترجمہ :۔ یا رسُول اللہ! حضُور مجھے پناہ دینے والے ہیں جب مُصیبتیں ٹُوٹ پڑیں اَور دِل میں اپنے بے رحم پنجے گاڑ دیں ۔

بانیٔ دارُالعلُوم دیوبند عرض کرتے ہیں ؎ مدد کر اے کرمِ احمدیؐ کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسمِ بیکس کا کوئی حامیٔ کار

[illegible]

عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ۞ ۷ ع

ہوا اور نہ گمراہوں کا ۱۳

مقصد یہ ہوتا ہے کہ اُسے اُس کے موجودہ مقامِ قُرب و ہدایت سے ارفع اور اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا جاوے۔ یا شیطان کی وسوسہ اندازی اور نفس کی کمزوری کے باعث قدم کے پھسل جانے کا جو ہر لحظہ خطرہ ہے اُس سے اُسے محفوظ رکھا جائے۔ اور اُسے اس راہ پر ثبات نصیب ہو۔ اور وُہ دمِ واپسیں تک شیطان کے ہر دامِ فریب کو تار تار کرتا ہوا راہِ ہدایت پر بڑھتا چلا جائے۔ وھذا الدعاء من المؤمنین ومن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع کونھم علی الھدایۃ لطلب التثبت او طلب مزید الھدایۃ فان الالطاف والھدایات من اللہ تعالیٰ لاتتناھی۔ (مظہری)

۱۲؎ اِن الفاظ سے راہِ حق کی ایسی نشاندہی فرما دی تاکہ تعصّب اور ضِد سے بلند ہوکر جو اس کا متلاشی ہو وُہ اسے پہچان سکے۔ فرمایا جن لوگوں پر مَیں نے انعام و اکرام فرمایا ہے جس راستہ پر وُہ چل رہے ہیں وُہی سیدھا راستہ ہے۔ اور اُن لوگوں کے متعلق بھی تصریح فرما دی من النّبیین والصدّیقین والشّھداء والصالحین کہ میرا انعام نبیوں، صدّیقوں، شہیدوں اور نیک بندوں پر ہے۔ اَب خود سوچ لو کہ کس راہ پر ان نفوسِ قُدسیہ کے نقُوش پا ہیں حضرت صدّیق و فارُوق و عثمان و حیدر، صحابہ کرام، اہلِ بیت عظام کس جماعت کے پیشوا ہیں۔ اور اولیاء کرام کا سِلسلہ اُس وقت سے لے کر آج تک کس جماعت سے ظاہر ہو رہا ہے۔

۱۳؎ جمہُور علماء کے نزدیک مغضوب سے مُراد یہودی ہیں اور ضالین سے مُراد عیسائی اور ارشادِ نبویؐ سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

مسئلہ:- جب اِنسان سُورۃ فاتحہ پڑھے تو سُنّت یہ ہے کہ آمین کہے۔ اس کا معنی ہے استجب یعنی آخر میں پھر التماس کرے کہ اے مولائے کریم! جو دُعائیں نے کی ہے اِسے قبول فرما۔